تیسرا باب

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کی عمرِ اقدس پر تحقیقی نظر

ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے پیشِ نظر
علمی و تاریخی دلائل کی روشنی میں رقم کیے گئے
وہ تاثرات جن پر بالغ النظری کے ساتھ مخلصانہ
غور و فکر مغربی پروپیگنڈے کی دھجیاں بکھیر سکتا
ہے

10 جون 2002ء کو امریکی ریاست میسوری میں سینٹ لوئس کے مقام پر سالانہ بپٹسٹ کنونشن (Baptist Convention) منعقد ہوا...... اس موقع پر ریورنڈ جیری وائنز (Rev.Jerry Vines) نامی دریدہ دہن نے مغلظات بکتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک جسارت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے کم سن زوجہ (یعنی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو عقد میں لانے کے مسئلے کو اچھالتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بندۂ ہوس قرار دینے کی ناپاک جسارت کی (معاذ اللہ) ...... ہزاروں افراد کے اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے اس ملعون نے جو الفاظ ادا کیے میں یہاں اُنہیں نقل کرنے کی جسارت نہیں کرسکتا تاہم اُس کے اِن گستاخانہ الفاظ کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام عالم اسلام سراپا احتجاج بن گیا......

یہ پہلا موقع نہیں تھا جب کسی ملعون نے کم سن زوجہ سے عقد کو جواز بنا کر طعنہ زنی کی ہو بلکہ تاریخ عالم کے مطالعے سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ وقتاً فوقتاً ایسے دریدہ دہن منظرِ عام پر آتے رہے ہیں اور اس معاملے کو جواز بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک جسارت کرتے رہے ہیں...... اس کی تازہ اور بدترین مثال 11 ستمبر 2012ء کو امریکا میں سانحہ نائن الیون کے گیارہ برس مکمل ہونے پر ایک مرتبہ پھر دیکھنے میں آئی، یہ وہ ایام تھے کہ جب یہودیوں کے سالِ نو کا آغاز بھی ہوا چاہتا تھا اور بعض مبصرین کے مطابق بابلی تالمود کی رُو سے سالِ نو کے موقع پر مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اذیت پہنچا کر تسکین حاصل کرنے کی غرض سے منافرت پر مبنی گھناؤنی تاریخ ایک مرتبہ پھر دہرائی گئی...... آزادیٔ اظہار کا یہ بدترین شاخسانہ کیلی فورنیا میں مقیم قبطی نژاد امریکی فلم ساز نکولے باسلے نکولا (Nakoula Basseley Nakoula) کی توہین آمیز اور شرانگیز فلم "Innocence Of Muslims" (مسلمانوں کی معصومیت) کی شکل میں سامنے آیا اور ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے دلوں کو مجروح اور روحوں کو تارتار کر گیا...... اس فلم کو نشر کرنے کا واحد مقصد مختلف پہلوؤں سے ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کرنا تھا اور شرانگیزی پر مبنی ان

ہی پہلوؤں میں سے ایک پہلو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متشدد اور جنسی بے راہ روی میں مبتلا فرد ظاہر کرنا بھی تھا (معاذ اللہ) اسی دوران ملعون فلم ساز کی جانب سے کم سن زوجہ (یعنی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو عقد میں لانے کے مسئلے کو اچھالتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بندۂ ہوس قرار دینے کی ناپاک جسارت بھی کی گئی (معاذ اللہ) اور اس گستاخانہ اقدام کے مندرجات سامنے آتے ہی تمام عالم اسلام سراپا احتجاج بن گیا......

یہ دریدہ دہن جو خود کو مستشرق یعنی مشرقی دنیا کے علوم وفنون اور تاریخ کے ماہر کہلاتے ہیں مگر درحقیقت پیغمبر اسلام کی ذاتِ اقدس اور ناموس ان کا خاص ہدف رہی ہے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ مسلمان کی طاقت حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے اور مسلمان ہر بات برداشت کر سکتا ہے مگر ناموسِ رسالت پر آنچ آئے یہ وہ برداشت نہیں کر سکتا...... یہاں میں یہ امر بھی واضح کرتا چلوں کہ مسلمانوں کے لیے ناموس رسالت پر ایمان صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس تک محدود نہیں بلکہ اس میں وہ تمام انبیاء شامل ہیں جو گزشتہ امتوں پر بھیجے گئے......

قرآن مجید میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مومنین کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (سورۂ بقرہ، آیت 285)

ترجمہ: سب ہی (مومنین) اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، (نیز کہتے ہیں:) ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی کے درمیان بھی (ایمان لانے میں) فرق نہیں کرتے......

یہ ہے قرآن کی رُو سے ناموس رسالت کا وسیع تر مفہوم جس پر مسلمانوں کا ایمان ہے تاہم بعض فتنہ پرور مستشرقین جو عقیدۂ ناموس رسالت کی نزاکتوں کا رتی برابر ادراک بھی نہیں رکھتے وہ آزادیٔ اظہار (Freedom of expression) کی آڑ میں اپنے پیغمبروں پر شرمناک اتہام تو لگاتے ہی ہیں، لیکن ان کا خاص ہدف ہمیشہ نبی آخر الزماں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس بنتی ہے

منافقت اور دوغلے پن کا مظاہرہ یوں ہوتا ہے کہ ایک جانب تو بین المذاہب ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے سیمینارز کا انعقاد کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ گستاخانہ خاکوں اور تحریروں کے ذریعے براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر رکیک حملے کیے جاتے ہیں لیکن بدقسمتی سے مسلم امہ کی جانب سے کوئی جاندار اجتماعی ردعمل سامنے نہیں آپاتا گویا عالم اسلام پر سکوتِ مرگ طاری ہے اور ہماری اِسی بے حسی سے شہ پا کر اہل مغرب نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کو اپنی عادتوں میں شمار کرلیا ہے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اِس حوالے سے یہ دریدہ دہن ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں اور اُن کے مابین ایک ایسا شرمناک مقابلہ شروع ہوگیا ہے کہ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں جوملعون سب سے بڑھ کر بے ادبی کا مظاہرہ کرے گا، وہ انعام کا مستحق ٹھہرایا جائے گا، کمینگی کے اِس بدترین مظاہرے کے لیے اسلام اور ہادیٔ اسلام پر متعدد پہلوؤں سے حملہ کیا گیا ہے، جن میں یہ چار موضوعات سرفہرست ہیں:

1)......قرآن مجید کی آیات بالخصوص وہ آیات جو جہاد سے متعلق ہیں اُنہیں سیاق وسباق سے علیحدہ کر کے غلط انداز میں اِس طرح پیش کرنا کہ جن سے ظاہر ہو کہ اسلام معاذ اللہ دہشت گردی پر مبنی تعلیمات کا عکاس ہے......

اِس کا مظاہرہ ہم ماضی میں گیرٹ ولڈر نامی ملعون کی جانب سے دیکھ چکے ہیں جو اُس نے ''فتنہ'' جیسی شرانگیز فلم بنا کر کیا اور ٹیری جونز نامی ملعون کے قرآن کو نذر آتش کرنے جیسے مذموم اقدامات بھی اِسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں......

2)......حجاب کو عورتوں کی آزادی اور بنیادی انسانی حقوق کے خلاف قرار دے کر اسلام کو ایک متشدد اور مخالفِ نسواں مذہب ظاہر کرنا......

فرانس، ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک میں حجاب پر پابندی جیسے اقدامات اِس کا بین ثبوت ہیں۔

3)...... مسلم اسکالرز کے مدلل جوابات کے باوجود تعدد ازواج کے گھسے پٹے موضوع کو جواز بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کردارکشی کرنا اور آپ کو بندۂ ہوس ظاہر کرنا (معاذ اللہ)

4)...... ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کم سنی میں شادی کو جواز بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر ناقابل برداشت اور ناقابل بیان رکیک الزامات لگانا، جس کی ایک بدترین مثال ملعون فلم ساز نکولا باسلے نکولا کی فلم "Innocence Of Muslims" ہے......

اِن میں سے ابتدائی تین موضوعات پر تو عالم اسلام اور علمائے کرام کی جانب سے مدلل جوابات دینے کا سلسلہ جاری ہے، لیکن کم سنی میں عقد کے موضوع پر امت مسلمہ کی تحقیق نامکمل اور محققین کی رائے منقسم ہے جس کی وجہ سے اِن بدبختوں کے حوصلوں میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ غیر معمولی اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اُن کی تنقید کا سرچشمہ وہ کتابیں ہیں جن میں مصنفین نے بڑے شدومد سے اِس امر کا اعادہ کیا ہے کہ جس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں اُس وقت آپ کی عمر محض چھ برس اور بوقت رخصتی نو برس تھی...... یہ عام روایت کی رُو سے ہے لیکن ایسے مؤرخین کی بھی کمی نہیں جنہوں نے ناصرف یہ کہ اِس روایت سے اختلاف کیا ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ نکاح کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر کم از کم 17 سال اور رخصتی کے وقت 19 سال تھی...... روایات کا احترام و تقدیس اپنی جگہ پر مگر ہر روایت ایسی نہیں ہوتی کہ جس پر تحقیق نہ کی جا سکے بالخصوص ایسے موقع پر جبکہ مستشرقین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کم سنی کو جواز بنا کر پیغمبر اسلام کے تقدس کو پامال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ایسے میں یہ ہماری ذمے داری بنتی ہے کہ ہم بحیثیت مجموعی اس روایت پر نظر ثانی کریں اور صحیح حقائق لوگوں کے سامنے لائیں......

کتب احادیث میں جن مقامات پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر بوقت نکاح چھ برس اور رخصتی نو برس بتائی گئی ہے اُن کا دارومدار ہشام بن عروہ کی بیان کردہ روایت پر ہے اور یہ تنہا روایت

ہے جس کی تقلید بعد کے مؤرخین نے کی ،۱۴۵ھ سے پہلے مرتب ہونے والی تمام کتب حدیث اس روایت سے یکسر خالی ہیں، ہشام نے ۱۴۵ھ میں 84 برس کی عمر میں عراق کا ایک سفر کیا تھا معلوم ہوتا ہے اُس وقت وہ یہ روایت زبان پر لائے جسے عراقیوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا چونکہ اُس وقت اس روایت کی غلطی پر گرفت کرنے والے یا متبادل معلومات فراہم کرنے والے دنیا میں موجود نہ تھے اس لیے عمرِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ہشام ہی کے بیان کو حرفِ آخر تسلیم کر لیا گیا اور جب اس روایت نے کتب احادیث میں راہ پالی تو گویا پوری امت کے نزدیک اِس کو پایۂ قبولیت حاصل ہو گیا پھر کسی نے تحقیق کی زحمت ہی گوارا نہ کی، حالانکہ اِس روایت کا شمار اُن روایات میں ہوتا ہے جنہیں محدثین نے ضعیف اور مقطوع بتایا ہے یعنی جس کی روایت درمیان سے ٹوٹ جائے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت کو بیان کرنے والے بعض راوی بالکل غیر ثقہ ہیں بالخصوص ہشام بن عروہ جنہیں زیادہ تر محدثین نے غیر مستند اور دماغی طور پر غیر متوازن شخصیت قرار دیا ہے جو بڑھاپے میں ہذیان میں مبتلا ہو گئے تھے اور اِسی عالم میں انہوں نے عراق میں رہائش اختیار کی اور یہ روایت اُن ہی دنوں کی یادگار ہے جب وہ عراق میں مقیم تھے......

یہاں میں یہ امر بھی واضح کرتا چلوں کہ کسی بھی مورّخ نے وثوق کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا دیگر ازوجِ مطہرات کا سن ولادت بیان نہیں کیا ہے اور غیر ثقہ روایات ہی پر تکیہ کیا ہے، اِس تناظر میں بوقت نکاح ور خصتی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر کا تعین ایک متنازعہ فیہ امر ہی قرار پائے گا کیونکہ سن ولادت کے درست تعین کے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مناکحت کے وقت آپ کی عمر چھ برس بتانا محض قیاس کے بل پر ہی ممکن ہے لہٰذا نتیجہ یہ ہے کہ اِس نقطہ نظر کی تائید میں بھی ایسے بے شمار دلائل موجود ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کے وقت ام المومنین کی عمر کم از کم 16 برس اور رخصتی کے وقت کم از کم 19 برس تھی......

میں نے جب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر سے متعلق روایت کا تجزیہ علمی، طبعی، تاریخی اور عقلی نقطہ نگاہ سے کیا تو بعض ایسے ٹھوس دلائل سامنے آئے جن سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کہ وہ شادی کے لیے ایک قطعی موزوں اور پختہ عمر میں حرم نبوی کا حصہ بنیں اور یوں بھی ایک کم سن بچی کو عقد میں لانے کے حوالے سے تنگ نظر مغربی حلقے جو واویلا مچاتے ہیں اور ناموس رسالت کو ہدف بناتے ہیں اُس کے پیش نظر بھی ایسی روایت سے اظہار برأت ہی وہ مناسب عمل ہے جس سے ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حرف آتا ہو...... میری نظر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس واعلیٰ ''بعد از اللہ بزرگ تُوئی قصہ مختصر'' کی مصداق ہے...... کوئی ایسا قول یا فعل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرنا جو مکارم اخلاق سے کم ہو، اعمال کے ضایع ہونے کا سبب بن سکتا ہے اور پھر ہمارا ایمان بھی یہ ہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے خیر کے سوا کسی چیز کا صدور نہیں ہو سکتا...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبع صفاتِ حسنہ ہیں...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہمارے لیے نمونۂ عمل اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر عمل ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے...... کسی عمل کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظہور ہونا ہی اُس کی خوبی کی دلیل ہے لہٰذا اگر چھ سالہ بچی کو داخل حرم کرنا خوبی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا پر مر مٹنے والے غلام اِسے اپنے لیے مثال بناتے مگر چودہ سو سال سے زائد عرصے پر محیط اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ صحابہ کرام، تبع تابعین، بزرگان دین، صوفیائے عظام اور علمائے کرام سمیت اہل اسلام کے سنجیدہ حلقوں نے کم سن بچی سے شادی کی روایت کو نمونۂ عمل نہ بنا کر یہ ثابت کر دیا کہ کم سنی میں شادی کی یہ روایت بالکل مجہول ہے اور میرا قلب یہ لکھتے ہوئے شکر و انبساط کے جذبے سے سرشار ہے کہ اللہ رب العزت نے مجھے اِس قابل بنایا کہ میں نہایت عرق ریزی کے بعد ایسے متعدد دلائل کے حصول میں کامیاب رہا جن سے میرے اس دیرینہ مؤقف کو تقویت ملی کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بالغ اور پختہ خاتون کی حیثیت سے حرم نبوت میں تشریف فرما ہوئیں اور آج میں یہ تمام دلائل قارئین کے روبرو پیش کرنے کی

سعادت حاصل کر رہا ہوں جو انشاء اللہ اُن دریدہ دہنوں کا منہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیں گے جو اس معاملے کو جواز بنا کر ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس اور ہماری پیاری ماں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات اقدس کو نشانہ بناتے آئے ہیں......

استدلال نمبر 1...... یہ روایت شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منافی ہے:

سورۂ حجرات کی دوسری آیت میں اللہ جل مجدہٗ اپنے حبیب کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (سورۂ حجرات، آیت 2)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو......

یہ آیۂ مبارکہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ ادب کی لطیف حدیں ہی بیان نہیں کرتی بلکہ ہمیں یہ دعوتِ فکر بھی دیتی ہے کہ کیا احترام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم صرف آوازیں بلند نہ کرنے تک ہی محدود ہے؟؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو احترام اور ادب کی انتہا کے مستحق ہیں، جب نادانستہ کوتاہی بھی اعمال کے ضیاع کا سبب بن سکتی ہے تو جان بوجھ کر کسی ایسی روایت کی تکرار کیا اعمال کو برباد کرنے کی وجہ نہیں بن سکتی جس سے شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حرف آتا ہو بقول مولانا الطاف حسین حالیؔ:

معلوم ہے تجھ کو کہ مخاطب ہے تیرا کون؟
یاں جنبشِ لب خارج از آہنگِ خطا ہے

شانِ رسالت کے ضابطوں کو سامنے رکھ کر جب ہم ہشام بن عروہ کی بیان کردہ اس روایت کو دیکھتے ہیں تو یہ روایت سراسر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے خلاف نظر آتی ہے......

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ایک تاریخی حقیقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاریخ بنائی ہے، پورا عرب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف تھا، حتیٰ کہ آپ کی اپنی قوم خلاف تھی لیکن آپ نے صرف اور صرف اللہ کے بھروسے پر اپنے عزم وثبات سے دنیا کی تاریخ کا رخ بدل دیا اور کردار کے وہ روشن نمونے پیش کیے کہ آج بھی اُن کی چمک دمک اسی طرح باقی ہے......

☆ ''حیاء ایمان کا جزو ہے'' یہ بات ہمیں اُس ہستی نے بتائی جو خود شرافتِ انسانی اور حیا کا پیکر مجسم تھی۔

☆ جن کی شرم وحیا کا یہ عالم تھا کہ خود سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ فرماتی ہیں کہ ہم میاں بیوی ایک دوسرے کے سامنے کبھی بے ستر نہیں ہوئے......

☆ وہ ہستی جن کے متعلق اُن کے گھر ہی کے ایک فرد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے رضا کارانہ طور پر خود کو اپنے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا، وہ فرماتے ہوں کہ آپ کنواری لڑکیوں سے زیادہ شرم وحیا فرمانے والے تھے......

☆ جس ذاتِ گرامی کی حیاء کنواری لڑکیوں سے زیادہ ہو......

☆ جس نبی کے وقار اور اعتدال کا یہ حال ہو کہ زندگی بھر قہقہہ لگا کر نہ ہنسیں......

☆ جن کی محفلوں کی یہ کیفیت ہو کہ سننے والے معمولی سی حرکت کو بھی سُوئے ادب سمجھتے ہوئے اِس طرح ساکت وجامد ہو کر بیٹھیں گویا اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں......

☆ جنہوں نے دنیا کو پاکیزگی اور نفاست کا سب سے اونچا معیار دیا ہو......

☆ جو عورتوں سے بیعت لیتے ہوئے مصافحہ نہ کریں......

☆ جن کے غضِ بصر اور طہارت قلب کے لیے صریح احکام نازل ہوں......

اُن کے متعلق ایسی روایت بیان کرنا جسے طبیعت کسی طرح بھی قبول نہ کرے فہم سے بالاتر ہے......
اُس ذات کے متعلق یہ باور کر لینا کہ اُس نے 9 سالہ کم سن بچی کو داخل حرم کیا، دانستہ یا نادانستہ بے ادبی نہیں تو پھر اور کیا ہے؟؟

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس تو اتنی اعلیٰ وارفع ہے کہ ہمارے تخیلات سے بھی بلند و بالا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی شان کو مجروح کرنے والی روایت تو دور رہی ہم تو ہر ایسی روایت کو قطعیت کے ساتھ قابل رد سمجھتے ہیں جس سے کسی اور نبی کی شان نبوت پر بھی حرف آتا ہو اور ہمارے ایمان کا تقاضا بھی یہ ہی ہے......

☆ ہم تو شانِ رسالت کا اتنا احترام کرتے ہیں کہ یہ روایت بھی ہمارے حلق سے نیچے نہیں اترتی کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست تھے کیونکہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا ارشاد گرامی ہے کہ میں پاک پشتوں اور شکموں سے پاک پشتوں اور شکموں میں منتقل ہوا......

☆ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹ والی روایت کو صرف اِس لیے رد کر دیا کہ نبی کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے سے یہ بہتر ہے کہ راوی کو جھوٹا قرار دے دیا جائے کیونکہ نبی کا جھوٹا ہونا ممکن نہیں البتہ راوی کا کاذب ہونا ممکن ہے (تفسیر کبیر)

☆ اور ہم تو اُس روایت سے بھی انکاری ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بہن و بہنوئی کو زدوکوب کر کے ایمان لائے بلکہ ہم تو یہ مانتے ہیں کہ آپ سورۃ الحاقہ کی آیات کی تلاوت سن کر ایمان لائے......

☆ جب ہمیں شانِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتنا پاس ہے تو ہم ایسی روایت کو کیونکر قبول کریں جس سے براہ راست ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حرف آتا ہو؟؟؟

☆ محدثین کرام نے جگہ جگہ بعض روایات کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں: اِدْمِ بِہٖ (اس روایت کو زمین پر مار دو) تو پھر وہ روایت کیونکر زمین پر مارے جانے کے قابل نہیں جس سے معاذ اللہ شان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجروح ہوتی ہو اور جسے جواز بنا کر مستشرقین استہزاء اڑاتے ہوں اور رنگیلا رسول (نقل کفر کفر نہ باشد) جیسی دل آزارانہ کتابیں لکھتے ہوں......

☆ یاد رکھیں کہ شان رسالت شانِ روایت سے کہیں زیادہ محترم اور معظم ہے، کیونکہ اگر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت سے انکار کریں تو کفر ہے مگر کسی مجہول راوی کی روایت سے انکار کریں تو یہ کفر نہیں

☆ اور پھر اِس روایت کی زد میں صرف شان رسالت ہی نہیں آتی بلکہ شانِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مجروح ہوتی ہے کہ آپ نے اپنی کم سن بچی کو بالغ ہونے سے قبل ہی کیوں بیاہ دیا......

☆ اور پھر یہ روایت خود ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیثیت کو بھی کم کرتی ہے اور آپ تاریخ کی ایک ایسی مظلوم خاتون بن کر سامنے آتی ہیں جن کے ساتھ اپنوں نے یہ برتاؤ کیا کہ رخصتی کے وقت نو سال کی بچی بنا دیا جسے سوائے گڑیوں سے کھیلنے اور اپنی طفلانہ باتوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محظوظ کرنے کے علاوہ کوئی اور کام نہ تھا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حالانکہ ایسی صغرسنی کے عقد کو کوئی ادنیٰ آدمی بھی اپنے لیے تصور نہیں کر سکتا......

یہ تمام ہی دلائل اس مؤقف کی حمایت کے لیے کافی ہیں کہ ہشام بن عروہ کی بیان کردہ یہ روایت عظمتِ نبوت، شانِ صدیق اکبر اور ناموس ام المومنین کے سراسر خلاف اور رد کیے جانے کے قابل ہے کیونکہ روایت کا انکار عظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انکار سے بہر طور بہتر ہے......

استدلال نمبر 2...... ناموس رسالت پر مخالفین کو حرف گیری کا موقع فراہم کرنے والی روایت کی تائید ممکن نہیں:

علمائے کرام نے یہ اصول طے کیا ہے کہ کوئی بھی بات جو قرآن حکیم کے خلاف ہو یا جس سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف متعصب مستشرقین اور مخالفین اسلام کے پروپیگنڈے کی راہ ہموار ہوتی ہو وہ کسی صورت صحیح نہیں ہو سکتی اور ایسی صورت میں تو بالکل بھی نہیں جبکہ اُس کے برعکس دوسری روایات، قرآنی وشواہد اور واقعاتی نظائر موجود ہوں، بلوغت میں نکاح کے متعلق قرآنی اصول بھی واضح ہیں اور کم سنی میں ام المومنین کے عقد کی روایت کے برخلاف متعدد روایات موجود ہیں تو پھر ایسی روایت کو قبول کرنے کی تکرار اور اصرار ذہنی پراگندگی اور دشمنوں کو تنقید کا موقع فراہم کرنے کے سوا بھلا اور کیا ہے؟؟

کیا ایسی کسی بھی روایت کی حوصلہ افزائی کیا جانا ایک دانش مندانہ فعل قرار دیا جاسکتا ہے جو مستشرقین کے لیے تفریح طبع کا باعث اور موجب تفنن ہو؟؟

رخصتی کے وقت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نابالغ بتانے کے فوائد تو کچھ نہیں تاہم نقصانات بہت زیادہ ہیں، اِس راویت کی آڑ میں اسلام کی مخالف پروپیگنڈا مشینری یہ مذموم مقاصد حاصل کرتی ہے:

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بندۂ ہوس ثابت کرنا (معاذ اللہ)

☆ تقاریر اور لٹریچر میں پیغمبر اسلام کا استہزاء اڑانا (معاذ اللہ)

☆ توہین آمیز کتابیں لکھ کر اہل عالم کو پیغمبر اسلام کے خلاف کرنا (معاذ اللہ)

ملعون آریا سماج پبلشر راج پال کی بدترین جسارت ''رنگیلا رسول'' (جسے راج پال نے آریا سماج پنڈت چموپتی کی مدد سے دو سال میں مرتب کیا اور اسلام اور پیغمبر اسلام پر لکھی گئی متنازع کتابوں کے

توہین آمیز اقتباسات جمع کر کے انہیں ترمیم و تحریف کے بعد 1928ء میں کتابی شکل میں شائع کیا اور نتیجتاً غازی علم دین شہید کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا) ملعون رشدی کی رسوائے زمانہ کتاب ''شیطانی آیات'' اور ملعونہ تسلیمہ نسرین کی توہین آمیز کتاب ''Lajja'' کا شمار ایسی ہی نازیبا تصانیف میں ہوتا ہے جس میں اِن دریدہ دہنوں نے کم سنی میں عقد کو موضوع بحث بنا کر اسلام کی عظیم الشان ہستیوں کا مذاق اڑایا ہے (معاذ اللہ)

اور

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منسوب روایات کو ایک کم سن بچی کے بیانات قرار دے کر اُن کی صحت کو کم کرنا، یاد رہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی محرم خاص کی بیان کردہ روایات ہیں جن کے بارے میں محدثین کہتے ہیں کہ ایک تہائی اسلامی فقہ اِن ہی روایتوں کی مرہون منت ہے......

اِس سیاق وسباق کو سامنے رکھتے ہوئے کم از کم مجھے کوئی عار محسوس نہیں ہوتا کہ اسلام کی بنیادوں کو متزلزل کرنے اور مخالفین کو کھل کھیلنے کا موقع فراہم کرنے والی ایسی روایت کو یکسر رد کر دیا جائے......

استدلال نمبر 3......قرآنی آیات نابالغوں کے نکاح کی تائید نہیں کرتیں:

قرآن مجید کائنات کی سب سے عظیم ترین کتاب اور ہر ذی ہوش انسان کے لیے منارۂ رشدو ہدایت ہے، لہٰذا سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اقدس کے حوالے سے سب سے پہلے ہم قرآن مجید ہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، قرآن مجید نے شادی کی عمر کا عددی تعین تو نہیں کیا ہے نہ ہی عمر نکاح مقرر کی ہے، تاہم اِس حوالے سے بعض اصول طے فرما دیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کس عمر میں اپنی ذمے داریاں نبھانے کے قابل ہو جاتا ہے، کلام پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ...

ترجمہ: اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم اُن کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو

اُن کے مال ان کے سپرد کر دو (سورۃ نساء، آیت 6)

اِس آیۂ مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ سرخسی علیہ الرحمہ اپنی کتاب المبسوط میں لکھتے ہیں کہ قاضی ابن شبرمہ اور حضرت ابو بکر اصم رحمھم اللہ کے بقول اگر بلوغت سے پہلے نکاح جائز ہوتا تو " حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ " (یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں) والے الفاظ بے فائدہ ہوتے......

(کتاب المبسوط/ فتح القدیر مطبوعہ مصر)

بہر کیف اِس آیۂ مبارکہ سے دو اصول تو صریح طور پر طے پا گئے، سب سے پہلی بات یہ کہ کسی یتیم کی ملکیت اُس وقت تک اُس کے حوالے نہیں کی جا سکتی جب تک کہ وہ سمجھ بوجھ کے اور اپنے اچھے برے کی تمیز کرنے کے قابل نہ ہو جائے، دوسری بات یہ کہ یہ رہنمائی بھی قرآن مجید نے فراہم کر دی کہ وہ یتیم اُس وقت تک سمجھ بوجھ کے قابل نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی عمر نکاح کے قابل نہ ہو جائے تب ہی تمام معاملات اُس کے ہاتھ میں دیے جا سکتے ہیں......

قرآن مجید میں اِسی سیاق و سباق کے تحت ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ (سورۃ الانعام، آیت 152)

ترجمہ: اور یتیم کے مال کے قریب مت جانا مگر ایسے طریق سے جو بہت ہی پسندیدہ ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے......

اِس آیۂ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے صراحت کے ساتھ یہ رہنمائی فراہم کر دی ہے کہ ذمے داریاں سنبھالنے کی عمر کیا ہونی چاہیے......اور یہ عمر یقیناً وہ ہے جب انسان ذہنی و جسمانی طور پر شادی کی ذمے داری اٹھانے کے قابل ہو جاتا ہے یعنی جوان ہو جاتا ہے......

اِس آیۂ مبارکہ کی تشریح میں "عائلی قانون کی قرآنی آیات" کے مصنف حافظ احسان الحق لکھتے ہیں کہ اِس آیۂ مبارکہ میں مال حوالے کرنے کے لیے دو شرطیں عائد کی گئی ہیں: بلوغ اور رُشد، یہاں رُشد سے مراد مال استعمال میں لانے کی صلاحیت ہے، عمر بلوغ احناف کے نزدیک لڑکے کی اٹھارہ سال اور

لڑکی کی سترہ سال ہے، اگر یتیم سنِ بلوغ کو پہنچ جائے اور اُس میں رُشد نہ ہو تو اس کا مال سنِ کبر میں (یعنی اُس کے جوان ہونے پر) صحیح الحواس ہونے کی صورت میں اس کے حوالے کر دیا جائے گا، خواہ اس میں انتظامی اہلیت ہو یا نہ ہو، امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک سنِ کبر (یعنی عمر جوانی) پچیس سال ہے (عائلی قانون کی قرآنی آیات از حافظ احسان الحق)

اِس آیۂ قرآنی کی تفسیر و تشریح کے بعد ہر عاقل و بالغ شخص کے ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ کیا حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ کی اصطلاح صرف یتیموں کے لیے ہے دیگر لوگوں پر اِس کا اطلاق نہیں ہوتا؟؟ کیا حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ کی اصطلاح نابالغ لڑکیوں کی تعریف پر پوری اترتی ہے؟؟

اِس آیت کے مخاطبین میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں تو پھر کیا حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ کا اطلاق لڑکیوں پر بھی نہیں ہوتا کہ جب وہ جوان اور ذمے داریاں سنبھالنے کے قابل ہوں تب ہی اُن کی شادی کی جائے؟؟

اگر کسی لڑکی پر شادی کی غیر معمولی ذمے داریاں ڈال دی جائے تو کیا وہ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ والی آیت کے منافی نہ ہوگی؟؟

اب میں آپ کے سامنے قرآن مجید کی ایک اور اصطلاح کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جو اِس مسئلے کو سمجھنے میں مزید معاون ثابت ہوگی، قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ''مِيْثَاقًا غَلِيْظًا'' کی اصطلاح موجود ہے جس کا مطلب ہے ''پختہ اور گاڑھا عہد''...... قرآن کے نزدیک اللہ رب العزت نے انبیاء کرام سے جو عہد لیا اُس کے لیے بھی مِيْثَاقًا غَلِيْظًا کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ظلم و ستم میں حد سے نہ بڑھنے کا جو عہد یہود سے لیا گیا اُس کے لیے بھی مِيْثَاقًا غَلِيْظًا کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے، چنانچہ سورۂ احزاب میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (سورۂ احزاب، آیت 7)

ترجمہ: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے اُن سے گاڑھا (پختہ) عہد لیا......

اِسی طرح سورۂ نساء میں ارشاد ہوتا ہے:

وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (سورۂ نساء، آیت 154)

ترجمہ: اور اُن (یہود) سے فرمایا کہ ہفتے میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے گاڑھا (پختہ) عہد لیا......

اِن دونوں آیات میں جو ابھی آپ نے پڑھیں "مِیْثَاقًا غَلِیْظًا" (پختہ اور گاڑھا عہد) کی اصطلاح موجود ہے جو کہ اس لفظ کی غیر معمولی حیثیت کا پتہ دیتی ہے اور یہ ہی وہ اصطلاح ہے جو قرآن مجید میں ایک مومن مرد و عورت کے نکاح کے معاہدے کے لیے مذکور ہے چنانچہ سورۂ نساء میں ارشاد ہوتا ہے:

وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝

ترجمہ: اور تم اسے (یعنی مہر کی رقم کو) کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے سے پہلو بہ پہلو مل چکے ہو اور وہ تم سے گاڑھا (پختہ) عہد (بھی) لے چکی ہیں (سورۂ نساء، آیت 21)

یہاں بھی لفظ مِیْثَاقًا غَلِیْظًا استعمال ہوا ہے اور یہ ہی وہ گاڑھا اور پختہ عہد ہے جو کہ باہمی تعلقات اور ایک دوسرے پر اعتقاد کے حوالے سے باقاعدہ قانون بن گیا ہے......

"مِیْثَاقًا غَلِیْظًا" کی یہ غیر معمولی اصطلاح ہمیں یہ دعوت فکر دے رہی ہے کہ اللہ رب العزت نے انبیاء کرام سے کیے گئے عہد اور مومن مرد و عورت کے معاہدۂ نکاح کے لیے ایک ہی اصطلاح یعنی "مِیْثَاقًا غَلِیْظًا" استعمال کر کے اِس کی اہمیت نمایاں کر دی تو کیا یہ "مِیْثَاقًا غَلِیْظًا" یعنی گاڑھا اور پختہ عہد نابالغ بچیوں سے ہوگا؟؟

کیا نابالغ لڑکے لڑکیاں "مِیْثَاقًا غَلِیْظًا" جیسا پختہ اور گاڑھا عہد لینے کی اہلیت رکھتے ہیں؟؟

قرآن مجید کی کئی سورتیں اس بات پر شاہد ہیں کہ کوئی بھی لڑکا یا لڑکی جب تک بلوغت کو نہ پہنچے اور

اپنی اچھے برے کی تمیز کرنے کی قابل نہ ہو جائے وہ اپنے شادی جیسا اہم فیصلہ نہیں لے سکتی تو کیا کوئی چھ سالہ لڑکی کسی کے ساتھ مِیثَاقًا غَلِیظًا جیسے پختہ بندھن میں بندھ سکتی ہے؟؟

قرآن مجید ہی میں ارشاد ہوتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا (سورۂ نساء، آیت 19)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ......

کیا کسی کم سن نابالغ لڑکی سے نکاح کرنا زبردستی اُس کا مالک بننے کے زمرے میں نہیں آتا؟؟

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (سورۂ بقرہ، آیت 187)

ترجمہ: عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو......

اِس حوالے سے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے ہمیشہ لباس کا کام انجام دیں اور ایک دوسرے کے لیے زینت کا موجب بنیں......

کیا کوئی نابالغ لڑکی مرد کے لیے اِس طرح لباس کا کام انجام دے سکتی ہے جس کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود ہے؟؟

قرآن مجید کی جو صریح آیات مع تشریحات ابھی میں نے آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی کیا اِن کی روشنی میں یہ بات قرین انصاف ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عدم بلوغت کی عمر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی والی روایت پر اصرار کیا جائے؟؟

یقیناً آپ کا جواب نفی میں ہی ہوگا اگر ہم یہ بات تسلیم کر لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو برس کی عمر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے نکاح میں لائے تو یہ بات قرآن مجید کی تعلیمات کے منافی ہو جائے گی جبکہ قرآن مجید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مومنوں کے لیے بہترین نمونہ قرار

دیا ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ان تعلیمات پر عمل کریں جن کی تبلیغ آپ نے اپنی امت کو کی...... اِس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بات کسی طرح حلق سے نیچے نہیں اتر سکتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھ یا نو برس کی کسی کم سن لڑکی کو اپنے حرم میں لائے ہوں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانیت کے لیے ایک نمونہ ہیں، آپ کا کوئی فعل وعمل ایسا نہیں جو بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے ایک قابل تقلید مثال نہ بن سکے، پھر قرآن مجید نے جو حدود متعین کر دی ہیں ان کی روگردانی کا تصور کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی نہیں کر سکتا اِلّا یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، جو عالم انسانیت کے لیے ہدایت بن کر تشریف لائے اور سرتاپا قرآن مجید کی تفسیر ہیں، یہ گمان بھی رکھا جائے کہ قرآن کریم کی تعلیمات سے ہٹ کر کوئی اقدام کریں گے (معاذ اللہ)

استدلال نمبر 4...... فقہاء کے نزدیک شادی کی عمر کا تعین:

قرآن وحدیث کے بعد کسی معاملے میں ہماری رہنمائی کے لیے اسلام نے جو مآخذ بتایا ہے شرعی اصطلاح میں اِسے اجتہاد اور تفقہ فی الدین کہا جاتا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد امت کی رہنمائی کے لیے فقہاء نے غیر معمولی دینی خدمات انجام دیں اور اِس حوالے سے اہل سنت والجماعت میں چار مکاتب فکر ایسے ہیں جن کی فقہی تشریحات پر عالم اسلام میں بسنے والے اہل ایمان کی کثیر تعداد نے اتفاق کیا ہے، اِن مکاتب فکر کی نمائندگی امام اعظم ابوحنیفہ، امام محمد بن ادریس شافعی، امام مالک بن انس اور امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ اور اُن کے تلامذہ نے کی ہے اور امت کی بھرپور فقہی رہنمائی کی ہے......

فقہاء کے نزدیک شادی کی کم از کم عمر کے حوالے سے جب میں نے مسالک اربعہ سے رہنمائی حاصل کرنی چاہی تو یہ نکات سامنے آئے:

☆ حنفی نقطہ نظر کے مطابق شادی کی کم از کم عمر لڑکے کے لیے 18 برس اور لڑکی کے لیے 17 برس ہے۔

☆ مالکی نقطہ نظر کے مطابق شادی کے لیے لڑکا لڑکی دونوں کی عمر 17 برس مناسب ہے......

☆ شافعی نقطہ نظر کے مطابق شادی کے لیے لڑکا لڑکی دونوں کی عمر 15 برس مناسب ہے......

☆ حنبلی نقطہ نظر کے مطابق بھی شادی کے لیے لڑکا لڑکی دونوں کی عمر 15 برس مناسب ہے......

(الفقه علی المذاهب الاربعه، لیلہ بختیار، اردو ترجمہ: یاسر جواد)

اگر چہ یہاں شادی کی کم از کم عمر کے حوالے سے چاروں مکاتب فکر میں معمولی اختلاف پایا جاتا ہے تاہم ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی نو برس کی عمر میں شادی کی عمر کی حوصلہ افزائی نہیں کی، حالانکہ فقہ کی بنیاد قرآن وسنت پر ہی قائم ہے، اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نو برس کی عمر میں داخلِ حرم کیا ہوتا تو ائمہ اربعہ نے اسے سنت کے طور پر شادی کی کم از کم عمر کا پیمانہ بنایا ہوتا مگر ایسا نہیں ہوا جو اِس روایت کے مجہول ہونے کی واضح دلیل ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی نو برس کی عمر میں ہوئی......

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے ہم عصر قاضی ابن شبرمہ علیہ الرحمہ نے قرآن مجید کی آیت:

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ....

ترجمہ: اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم اُن کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو اُن کے مال ان کے سپرد کر دو (سورۂ نساء، آیت 6)

سے استدلال کرتے ہوئے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کی مناسب عمر بالترتیب 18 اور 16 سال مقرر کی تھی اور آج سے چند برس قبل علمائے مصر نے اُن کے اِسی فتوے کو جدید شرعی قوانین میں مدون کرایا تھا (القضائی الاسلام بحوالہ امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی از مولانا مناظر احسن گیلانی)

درمختار اور فتاویٰ رضویہ میں یہ فتویٰ منقول ہے کہ

☆ جب لڑکا یا لڑکی کامل پندرہ سال کے ہو جائیں، تو وہ شرعاً بالغ قرار دیے جائیں گے اور بالغ کے جتنے احکام ہیں، وہ ان پر جاری ہوں گے (درمختار، فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

بعض حضرات نے مذکورہ عبارت کو جواز بنا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ فقہ حنفی میں بھی شادی کی کم از کم عمر پندرہ برس ہے مگر یہ تاثر درست نہیں، مذکورہ کتب فتاویٰ میں بلوغت کی عمر پندرہ برس بتائی گئی ہے شادی کی نہیں، شادی کے لیے لڑکے پر بلوغت کے علاوہ اسلام نے جو بنیادی شرط عائد کی ہے اُس میں ایک بڑی اہم چیز کفالت بھی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (سورۃ البقرہ، آیت 233)

ترجمہ: اور جس کا بچہ ہے اُس پر عورتوں کا کھانا اور پہننا ہے حسب دستور......

اگر آپ نے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ کی حیات طیبہ پر مبنی میری کتاب "ہماری ماں" کا مطالعہ کیا ہے تو یقیناً آپ نے وہ مکالمہ بھی پڑھا ہوگا جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلی نفیسہ اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین اُس وقت ہوا جب اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پیام نکاح پیش کیا، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اگرچہ اُس وقت 25 برس تھی اور شادی کے لیے نہایت مناسب تھی لیکن چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ محسوس فرمالیا تھا کہ آپ اُس وقت اہل وعیال کی کفالت کی ذمے داری اٹھانے کی سرِ دست استطاعت نہیں رکھتے اِسی لیے نفیسہ سے کہا کہ ابھی شادی کی استطاعت نہیں اس عبارت سے ثابت ہوا کہ مرد کے لیے بلوغت کے ساتھ کفالت بھی شادی کی ایک شرط ہے۔

استدلال نمبر 5......شادی میں کنواری لڑکی کی رضا شرط ہے اور اگر لڑکی نابالغ ہو تو اس کی رضا کا کوئی مسئلہ ہی پیدا نہیں ہوتا:

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا (سورۂ نساء، آیت 19)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ......

اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ عورت ولی سے زیادہ اپنی جان کی حق دار ہے اور کنواری سے اس کے معاملے میں اجازت لی جائے گی (صحیح مسلم)

بلکہ بعض روایات میں تو یہ الفاظ ہیں اور کنواری سے حکم طلب کیا جائے (صحیح مسلم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

عورت کی اس کے حکم کے بغیر شادی نہ کی جائے اور کنواری کی بغیر اجازت کے (صحیح مسلم)

اِن احادیث کی رُو سے شادی میں کنواری لڑکی کی رضا شرط ہے اور اگر لڑکی نابالغ ہو تو اُس کی رضا کا کوئی مسئلہ ہی پیدا نہیں ہوتا، اِس لیے کہ وہ نکاح کے مقصد ہی سے واقف نہیں ہوتی......

اِس واضح رہنمائی کے بعد کیا یہ سوالات اذہان کو منتشر کرنے کا باعث نہیں کہ

☆ ایسی کسی لڑکی سے نکاح کس طرح جائز ہو سکتا ہے جو ابھی بالغ بھی نہ ہوئی ہو؟؟

☆ جو ابھی اپنے اچھے برے میں فرق کرنے کی اہلیت بھی نہ رکھتی ہو؟؟

☆ اگر لڑکی کی رضامندی حاصل کرنا ایک بے معنی عمل ہوتا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس کی تاکید کیوں فرماتے؟؟

☆ کیا چھ برس کی لڑکی اسلام کی نظر میں اس بات کی اہل ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی رضامندی یا پسند و ناپسند کا اظہار کر سکے؟

☆ کیا کسی کم سن بچی کی رائے کو کسی بھی معاشرے میں قابل غور اور فیصلہ کن سمجھا جا سکتا ہے؟؟

☆ کیا کسی ایسی لڑکی سے شادی کرنا جو اجازت دینے کے قابل بھی نہ ہو، زبردستی اُس کا مالک بننے کی تعریف میں نہیں آتا؟؟

حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام ایک باشعور اور پختہ عمر میں شادی کا تصور رکھتا ہے اِسی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ عورت ولی سے زیادہ اپنی جان کی

حق دار ہے اور کنواری سے اس کے معاملے میں اجازت لی جائے گی، اگر نگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لڑکی کی عمر کا نقشہ یہ ہوتا کہ وہ بلوغت سے پہلے ہی رخصت کر دی جائے گی تو آپ ایجاب وقبول کو لڑکی کی اجازت سے مشروط نہ کرتے صرف یہ فرماتے کہ لڑکی کے ولی کی رضامندی ہی کافی ہے......

استدلال نمبر 6...... نابالغ لڑکی سے عقد از رُوئے اسلام کبھی بھی قابل تقلید مثال نہیں رہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر عہد اور ہر زمانے کے لیے مثال بنا کر بھیجے گئے ہیں، آپ کی سنتوں کو اپنانا صحابہ کرام اور امتی سب ہی اپنے لیے باعث عزت وفخر خیال کرتے ہیں مگر حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ہمیں دور دور تک کوئی بھی روایت ایسی نہیں ملتی کہ کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی نابالغہ سے نکاح فرمایا ہو یا کم عمری میں شادی کو اپنے لیے مثال بنایا ہو...... صحابی کی تو تعریف ہی یہ بتائی گئی ہے کہ صحابی وہ ہے جو نبی کی ایک ایک سنت پر عمل کرے، جو آقا کے ایک ایک عمل کو اپنا نقش قدم بنائے، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نو برس کی عمر میں حرم نبوی میں داخل ہوتیں تو کسی نہ کسی صحابی نے اس کی پیروی ضرور کی ہوتی، یا تو خود کسی نابالغہ کو داخل حرم کیا ہوتا یا اپنی صاحبزادیوں کو بلوغت سے قبل شادی کے بندھن میں باندھا ہوتا مگر ایسا کوئی واقعہ پیش ہی نہیں آیا...... سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی بابت یہ بہتان باندھا جاتا ہے کہ اُنہوں نے اپنی لخت جگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو محض نو برس کی عمر میں بیاہ دیا اُن کی اصل شان تو یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنی بڑی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 26 یا 27 سال کی عمر میں کیا اور جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد کیا تو اُس وقت اُن کی عمر 34 برس تھی (تہذیب التہذیب)

تاریخ کے اوراق اٹھا کر دیکھ لیں آپ کو ایسی کوئی شہادت نہیں ملے گی کہ کسی صحابی نے کسی کم سن لڑکی سے نکاح فرمایا ہو، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے نکاح کے وقت اگر خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ

حق دار ہے اور کنواری سے اس کے معاملے میں اجازت لی جائے گی، اگر انکو نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لڑکی کی عمر کا نقشہ یہ ہوتا کہ وہ بلوغت سے پہلے ہی رخصت کردی جائے گی تو آپ ایجاب وقبول کو لڑکی کی اجازت سے مشروط نہ کرتے صرف یہ فرماتے کہ لڑکی کے ولی کی رضامندی ہی کافی ہے......

استدلال نمبر 6...... نابالغ لڑکی سے عقد از روئے اسلام کبھی بھی قابل تقلید مثال نہیں رہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر عہد اور ہر زمانے کے لیے مثال بنا کر بھیجے گئے ہیں، آپ کی سنتوں کو اپنانا صحابہ کرام اور امتی سب ہی اپنے لیے باعث عزت وفخر خیال کرتے ہیں مگر حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ہمیں دور دور تک کوئی بھی روایت ایسی نہیں ملتی کہ کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی نابالغہ سے نکاح فرمایا ہو یا کم عمری میں شادی کو اپنے لیے مثال بنایا ہو...... صحابی کی تو تعریف ہی یہ بتائی گئی ہے کہ صحابی وہ ہے جو نبی کی ایک ایک سنت پر عمل کرے، جو آقا کے ایک ایک عمل کو اپنا نقش قدم بنائے، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نو برس کی عمر میں حرم نبوی میں داخل ہوتیں تو کسی نہ کسی صحابی نے اس کی پیروی ضرور کی ہوتی، یا تو خود کسی نابالغہ کو داخل حرم کیا ہوتا یا اپنی صاحبزادیوں کو بلوغت سے قبل شادی کے بندھن میں باندھا ہوتا مگر ایسا کوئی واقعہ پیش ہی نہیں آیا...... سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی بابت یہ بہتان باندھا جاتا ہے کہ اُنہوں نے اپنی لخت جگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو محض نو برس کی عمر میں بیاہ دیا اُن کی اصل شان تو یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنی بڑی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 26 یا 27 سال کی عمر میں کیا اور جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد کیا تو اُس وقت اُن کی عمر 34 برس تھی (تہذیب التہذیب)

تاریخ کے اوراق اٹھا کر دیکھ لیں آپ کو ایسی کوئی شہادت نہیں ملے گی کہ کسی صحابی نے کسی کم سن لڑکی سے نکاح فرمایا ہو، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے نکاح کے وقت اگر خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کی عمر اقدس کم بتائی جاتی ہے تو یہ بھی اسی طرح کی غفلت ہے جس نوع کی غفلت کا مظاہرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باب میں کیا گیا ہے......

صحابہ کرام ہی نہیں تبع تابعین اور صوفیائے عظام کے تذکروں میں بھی ہمیں ایسی کوئی روایت نہیں ملتی کہ اُنہوں نے کسی نابالغہ سے نکاح فرمایا ہو یا اس کو ایک قابل تقلید عمل قرار دیا ہو حالانکہ ہمارے اسلاف تو اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے کی سنتوں تک کی اتباع کرتے آئے ہیں اگر کم سن بچی سے نکاح سنت ہوتا تو اُسے جواز بنا کر اس سنت کی اتباع کیوں نہیں کی گئی؟؟...... حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی شخص آج بھی عملی طور پر اس سنت پر عمل کرنے کو تیار نہیں کیونکہ یہ کبھی سنت تھی ہی نہیں محض ایک اختراع تھی جسے نہ ماضی میں اپنایا گیا اور نہ ہی مستقبل میں اپنائے جانے کا امکان ہے......

استدلال نمبر 7......بلوغت میں نکاح عالمگیر فطرتِ انسانی ہے:

کم سنی میں عقد کا تذکرہ دیگر آسمانی صحائف میں بھی نہیں ملتا، انبیائے سابقین کی کتابوں میں بہت کچھ تحریف ہوئی ہے لیکن کم سن بچی سے تقارب کی کوئی آیت کسی آسمانی کتاب میں نہیں ملتی، تحقیق سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بلوغت کے بعد کسی لڑکی کو عقد میں لانا عالمگیر فطرت کا حصہ رہا ہے، کسی بھی متمدن قوم میں نابالغہ سے عقد کا عام رواج نہیں ملتا بلکہ ہر مہذب معاشرے میں یہ ہی رواج پایا گیا ہے کہ لڑکیوں کی شادی ایسی عمر میں کی جائے کہ جب اُن میں شعور و احساس پیدا ہو گیا ہو اور یہ شعور اٹھارہ سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے، امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ یہاں تک فرماتے ہیں کہ بلوغ کی حد اٹھارہ سال ہے، اگر کوئی لڑکی تیرہ چودہ سال کی عمر میں جسمانی طور پر بالغ ہو بھی جائے لیکن بالغ العقل تو وہ کم از کم اٹھارہ سال کی عمر میں ہی ہو گی......

ویسے بھی یہ ایک عام فہم بات ہے جسے گھر کی عورتیں خوب جانتی ہیں کہ عقلمند مائیں ابتدائے بلوغت

میں اپنی لڑکیوں کی شادی سے کیوں گریز کرتی ہیں، شادی محض باہمی تقارب کا نام نہیں بلکہ یہ ایک بامقصد عمل ہے جس کا نتیجہ اولاد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور کچی عمر میں بچیاں اس فریضے کی انجام دہی کی متحمل نہیں ہوسکتیں، اُن کی صحت اور زندگی داؤ پر لگ جاتی ہے اس لیے سمجھدار مائیں پختگی کی عمر تک پہنچنے کا انتظار کرتی ہیں، اگر کوئی مناسب رشتہ پہلے ہی مل جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ منگنی یا نکاح کردیا جائے تاہم رخصتی میں کافی دیر لگادیتی ہیں تاکہ بچیاں اس فریضے کی انجام دہی کی متحمل ہوسکیں......

عقلمند والدین جانتے ہیں کہ اولاد کی ذہنی بلوغت ہمیشہ جسمانی بلوغت کے بعد ہوتی ہے، کم سنی میں شادی کی وجہ سے لڑکی کی ذہنی اور جسمانی نشو ونما پر مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں، کم سنی میں شادیاں کرنے والے افراد کے بچے بہت کمزور پیدا ہوتے ہیں اور ماؤں میں اموات کی شرح بھی زیادہ ہوتی ہے......

استدلال نمبر 8......کم سنی کی شادی عصر حاضر کی تہذیب اور معاشرت میں بھی پسندیدہ نہیں سمجھی جاتی:

تجربہ شاہد ہے کہ جہاں جہاں تعلیم کی روشنی پہنچی ہے وہاں کم سنی کی بے ضرورت شادیوں کا اوسط ایک فیصدی بھی نہیں رہا، خود اپنے ملک پاکستان ہی کو دیکھ لیجیے کہ شہری اور تعلیم یافتہ آبادی میں کم سنی کی شادیوں کا رجحان بالکل نہیں پایا جاتا اِس کی وجہ یہ ہی ہے کہ تعلیم یافتہ شہری یہ جانتے ہیں کہ بلاضرورت کم عمری میں شادی کرلی گئی تو یہ ایک احمقانہ فعل ہوگا جس کے ازدواجی زندگی پر بڑے بھیانک نتائج مرتب ہوں گے، کم سنی کی شادیوں کے واقعات زیادہ تر دیہاتی اور غیر تعلیم یافتہ آبادی میں ملتے ہیں، اگر اِس طرح کے ناخواندہ لوگوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنے اس احمقانہ فعل پر اصرار کرنا چھوڑدیں......

دور جدید کے مہذب معاشرے میں کم سن لڑکی سے تقارب کے واقعات اول تو عام طور پر رونما نہیں ہوتے، اگر ایسا ہوتا بھی ہے تو اِس کا تذکرہ منفی انداز میں ہی کیا جاتا ہے اور اس طرح کی خبریں اخبارات

کی زینت بنتی ہیں کہ فلاں شخص نے کم سن لڑکی کے ساتھ منہ کالا کیا اور اُس لڑکی کی موت واقع ہوگئی اور اس قسم کی حرکت کرنے والے شخص کو جنونی کے لقب سے نوازا جاتا ہے اور اسے ایک حادثہ قرار دیا جاتا ہے اور پھر دنیا بھر کا میڈیا اس کی تشہیر میں مصروف ہوجاتا ہے......

عہد جدید کے ماہرین عمرانیات نے کہیں بھی نابالغہ سے شادی کی ہمت افزائی نہیں کی، اُن کا ماننا ہے کہ بعض اوقات اس طرح کی شادیوں سے بہت سے مفاسد کھڑے ہوجاتے ہیں، اُنہیں کم سنی میں شادی کی وجہ سے جن مفاسد کے اٹھ کھڑے ہونے کا اندیشہ تھا وہ یہ ہیں کہ نوعمری میں یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ میاں بیوی کی طبیعت ایک دوسرے سے میل بھی کھا سکے گی یا نہیں؟ آگے چل کر دونوں میں نباہ ہوسکے گا یا نہیں؟ اس لیے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کم سنی میں شادی کردی گئی پھر دونوں میں موافقت نہ ہوسکی تو دونوں ہی کے لیے زندگی ایک عذاب بن کر رہ جاتی ہے، خاص طور پر لڑکی تو بعض صورتوں میں بڑی مصیبت میں مبتلا ہوجاتی ہے، کیونکہ لڑکے کو تو طلاق دینے کا اختیار بھی ہوتا ہے لڑکی کو عموماً وہ بھی نہیں ہوتا، پھر کم سنی کی شادی تو لڑکی کے لیے کیا خود لڑکے کے لیے بھی مسائل کا باعث بن جاتی ہے کیونکہ لڑکا بسا اوقات خود کمانے کے لائق نہیں ہوتا، چہ جائے کہ اس پر ایک اور فرد کا بوجھ ڈالا جائے، اس لیے شادی کے بعد وہ بیوی کے بیشتر حقوق ادا کرنے سے قاصر رہتا ہے، اور اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، اِن میں سے پہلی خرابی کے ازالے کے لیے شریعت اسلامیہ نے ''خیار بلوغ'' کا قانون بنایا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جب لڑکا یا لڑکی بالغ ہوں تو وہ فوراً زبان سے کہہ دیں کہ ہمیں یہ نکاح منظور نہیں تو یہ نکاح فسخ ہوسکتا ہے......

استدلال نمبر 9...... غلط العام الفاظ اور روایات کا فروغ ہر دور کا مسئلہ رہا ہے:

یہ بات درست ہے کہ بعض کتابوں میں تسلسل کے ساتھ یہ ذکر موجود ہے کہ خانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخلے کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر 9 برس تھی مگر یہ ایک غلط العام روایت

ہے۔جس طرح غلط العام الفاظ فروغ پا کر اس طرح زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں کہ صحیح لفظ غلط اور غلط لفظ صحیح لگنے لگتا ہے بالکل یہ ہی معاملہ غلط العام روایات کا بھی ہے جنہیں متواتر پڑھ پڑھ کر اور سن سن کر انسان کا ذہن اور قوت سماعت اس کی اس حد تک عادی ہو جاتی ہے کہ اس سے ہٹ کر کوئی اور بات حلق سے نیچے ہی نہیں اترتی، اس بات کی وضاحت اُس وقت تک ممکن نہ ہو سکے گی جب تک کہ میں اسے مثالوں سے واضح نہ کر دوں، غلط العام الفاظ کس طرح فروغ پاتے ہیں اس کی چند مثالیں میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جن سے آپ کو یہ معمہ سمجھنے میں یقیناً کچھ مدد مل سکے گی:

☆رشوت کے لین دین کی ممانعت کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معروف حدیث ہے:
اَلرَّاشِیُ وَالْمُرْتَشِیُ کِلَاھُمَا فِی النَّارُ (رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں)

لغت کی رُو سے راشی رشوت دینے والے کو کہتے ہیں مگر ہمارے یہاں یہ لفظ رشوت لینے والے کے لیے مستعمل ہے، جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا راشی ہے تو اس سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ وہ بڑا رشوت خور ہے حالانکہ رشوت خور کے لیے ہمیں مرتشی کا لفظ استعمال کرنا چاہیے مگر رشوت لینے والے کے لیے راشی کا لفظ ہمارے ذہنوں سے اس طرح چپک گیا ہے کہ ہم اس حدیث مبارکہ کے اصل مفہوم پر غور کرنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے......

☆قلفی ہمارے نزدیک بڑا مانوس لفظ ہے حالانکہ صحیح لفظ ''قفلی'' ہے یعنی دودھ، شکر، میوہ جات اور دیگر اجزاء کو قفل بند کر کے جما دینے والی شے جسے اسی کی مناسبت سے قفلی کا نام دیا گیا مگر لوگوں کی زبان پر چڑھی تو قلفی کہلائی، اب اگر میں اور آپ اسے قفلی پکاریں تو کوئی بھی اپنی اصلاح نہیں کرے گا الٹا ہمیں ہی غلط ٹھہرائے گا......

☆کسی بھی کام میں عدم اعتدال کی کیفیت کو ظاہر کرنے کے لیے جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ ہے ''افراط وتفریط''، مگر سبقت لسانی نے اسے ''افراتفری'' تک محدود کر دیا اور یہ ہی زبان زد عام ہو گیا......

☆ تاتاری زبان میں شہزادے کو بیگ اور شہزادی کو بیگی کہا جاتا تھا فارسی میں آ کر یہ ہی لفظ بیگم بن گیا۔

☆ منگولی زبان میں داروگا سے مراد قلعہ تھا فارسی میں یہ ہی لفظ داروغہ کہلایا اور اس کا مفہوم ہی تبدیل ہو گیا

☆ زمانہ قدیم میں ساہوکار کو ساہ کہا جاتا تھا، اہل پنجاب نے ساہ کو شاہ کر دیا اور امارت کی علامت بنا دیا

☆ لفظ سایہ بان بگڑ کر سائبان ہوا پھر یہ ہی لفظ شامیانہ کہلایا......

☆ قندیل عربی زبان کا لفظ ہے جو انگریزی میں جا کر کینڈل بن گیا......

☆ بوعلی سینا نے ایک ساز یجاد کیا جس کا نام اُن ہی کی نسبت سے سینائی پڑ گیا بعد میں یہ لفظ شہنائی بن کے اردو کے دامن میں سما گیا......

☆ عرب میں صفہ سے مراد چبوترہ تھا اردو میں یہ ہی لفظ صوفہ بن گیا اور تشریف فرمائی کا مقام قرار پایا۔

☆ فارسی زبان میں روشانہ یا روشنک اُس دوشیزہ کو کہتے ہیں جس کا چہرہ چمکتا ہوا سرخ و سفید ہو، یونانیوں نے اِسے روکسانہ بنا لیا جو سکندر کی ایرانی بیوی کا نام تھا پھر یہ ہی لفظ اردو میں آیا تو رخسانہ بن گیا......

یہ تھی بعض غلط العام الفاظ اور اُن کے فروغ کی ہلکی سی ایک جھلک جو ابھی میں نے آپ کے سامنے پیش کی، اب میں آپ کے سامنے بعض ایسی مثالیں پیش کروں گا جن سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ''غلط العام'' صرف لغت ہی میں نہیں ہوتا بلکہ تاریخ میں بھی اس کا وقوع عام ہے اور تاریخی روایات اور تصریحات کے داخلی تناقصات ایک نہیں کئی مرتبہ سامنے آ چکے ہیں......

☆ سورۂ آل عمران میں اللہ فرما رہا ہے کہ جنگ احد میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور دوسرے دن انہوں نے کفار کا تعاقب کیا اور تاریخ کہتی ہے کہ شکست ہوئی......

☆ذوالقرنین کو اللہ رب العزت نے ایک عادل و پرہیزگار حکمران قرار دیا مگر بعض کوتاہ بینوں نے سکندر مقدونی جیسے ملحد، عیاش اور موقع پرست حکمران کو ذوالقرنین کا مصداق قرار دے ڈالا......

☆حواب کے مقام پر مشہور باغیہ ام زمل قتل ہوئی مگر بعض مورخوں نے اسے مکہ و بصرہ کے درمیان ایک مقام قرار دے کر اسے صدیقۂ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر چسپاں کر دیا......

☆حدیث یہ ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے سورۃ الحاقہ کی آیات سن کر ایمان لائے اور تاریخ کہتی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے نکلے، بہن اور بہنوئی کو مارا پیٹا پھر اسلام لائے (معاذ اللہ)

☆رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا محترم کا اصل نام شیبہ تھا مگر آپ کو تمام مورخین نے عبدالمطلب لکھا ہے، اِس کی وجہ تسمیہ بھی ایک دلچسپ روایت ہے جو کچھ اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ اپنے ایام لڑکپن میں وہ اپنے چچا مطلّب کے ہمراہ یثرب سے مکہ آ رہے تھے، جس وقت سواری نے مکے میں قدم رکھا تو اتفاق سے اونٹ پر مطلّب سوار تھے اور ان کے بھتیجے شیبہ پا پیادہ چل رہے تھے، ایک منچلے نے یہ منظر دیکھ کر پھبتی کسی کہ دیکھو "مطلّب نے غلام خریدا ہے" (عربی زبان میں عبد سے مراد غلام بھی ہے، اس رعایت سے عبدالمطلب کے معنی ہوئے مطلّب کا غلام) یہ سن کر مطلب نے کہا کہ "تجھ پر لعنت ہو تو نہیں جانتا کہ یہ میرے بھائی ہاشم کا لڑکا شیبہ ہے، میں اپنے بھتیجے کو اس کی ماں کے پاس لایا ہوں، یہ میرا غلام نہیں"، مگر عبدالمطلب کا لقب شیبہ پر کچھ اس طرح چسپاں ہوا کہ اصل نام پردۂ اخفا میں جا چھپا اور آپ عبدالمطلب کے نام سے ہی شہرت پا گئے......

یہ تو محض چند مثالیں تھیں وگرنہ ایسی سینکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جن کی اصل حقیقت کچھ اور تھی مگر وہ اس طرح زبان زد عام ہوئیں کہ اصل اور نقل میں تفریق کرنا ممکن نہیں رہا، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر کے معاملے میں بھی یہ ہی تاریخی جعلسازی روا رکھی گئی اور یہ بتایا گیا کہ رخصتی کے وقت

آپ کی عمر نو برس تھی حالانکہ اُس وقت آپ کی عمر کم از کم 19 یا 20 برس تھی......

یہاں میں یہ امر بھی واضح کرتا چلوں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اقدس کے حوالے سے ہمارے لیے پہلا ماٰخذ قرآن مجید پھر سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور پھر اکابرین اسلام کا طرزِ عمل ہے، ، تاریخی روایات اس کے بعد میں ہیں، جہاں تک تاریخی روایات کے مرتب کرنے کا تعلق ہے تو یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس دنیا سے پردہ فرمانے کے کئی سال بعد مرتب ہوئیں لہٰذا اِن کی بنیاد پر کوئی حتمی رائے قائم کر لینا بالخصوص اُن معاملات پر جن کا براہ راست تعلق رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے ہو قطعاً ناانصافی ہے کیونکہ کتب تواریخ میں کئی مقامات پر زبردست تضاد پایا جاتا ہے یہاں تک کہ مؤرخین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سمیت دیگر ازواجِ مطہرات کے سالِ ولادت اور سالِ وفات کا قطعی تعین نہیں کر سکے ہیں، ان حالات میں یہ روایت قبول کر لینا کہ آپ بوقت رخصتی نو برس کی تھیں ہرگز قرین انصاف نہیں ہو سکتا......

استدلال نمبر 10......سالِ ولادت اور عمروں کے اندراج کا مسئلہ ہر دور میں مشکوک رہا ہے:

مشاہیر عالم کی سال ولادت اور عمروں کا اندراج مؤرخین کے نزدیک ہمیشہ ایک مسئلہ رہا ہے...... دور جدید میں بھی نہایت مشہور شخصیات کی عمریں باوجود تعلیمی اسناد کے ہمیں صحیح معلوم نہیں ہوتیں، مثال کے طور پر بعض محققین نے لکھا ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح کی عمر معلوم نہیں قیاسی ہے، اِسی طرح اُن کی جائے پیدائش کے حوالے سے بھی بعض محقق کہتے ہیں کہ وہ کراچی میں نہیں بلکہ ٹھٹھ کے ایک قصبے جھرک میں پیدا ہوئے، اِسی طرح علامہ محمد اقبال کی تاریخ پیدائش اُن کی قبر کے کتبے پر 1873ء لکھی تھی، ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں یہ کتبہ بدلا گیا اور اُس میں 1876ء کا سن درج ہوا اور اب لوگ دلائل کے ساتھ ثابت کرتے ہیں کہ یہ سرکاری عمر ہے، اس حوالے سے علامہ اقبال کے صاحبزادے جسٹس ریٹائرڈ جاوید اقبال کے بیانات میں بھی تضاد پایا جاتا ہے لہٰذا شاعر مشرق کے درست سال

ولادت کا تعین آج بھی قیاس کے مقام پر ہے قطعیت کی منزلیں طے نہیں کر سکا، یہ مثالیں اس امر کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ زیادہ تر مشاہیر عالم کی عمروں کا تعین قیاس پر مبنی ہوتا ہے اور اُن میں اختلاف کی گنجائش موجود رہتی ہے حالانکہ قائد اعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال ماضی قریب کی شخصیات ہیں جن کی پیدائش کے وقت میونسپل اداروں کا قیام عمل میں آچکا تھا اور پیدائشی دستاویزات کے اجراء کا عمل بھی شروع ہو چکا تھا...... اندازہ کریں کہ جب گزشتہ صدی کی شخصیات کے عمروں کا معاملہ اتنا پیچیدہ ہو سکتا ہے تو 1400 برس قبل عمروں کا تعین کتنا مشکل رہا ہو گا جب کہ مواصلات، رسل و رسائل، اخبارات و جرائد اور پیغام رسانی کے دیگر ذرائع کا تصور بھی نہ تھا اور نہ ہی ایسے ادارے معرض وجود میں آئے تھے جو اس طرح کا ریکارڈ محفوظ رکھنے پر مامور ہوتے ہیں، میڈیا اور انٹرنیٹ کے اس عہد میں جو سہولتیں آج کے محقق کو حاصل ہیں اِن کا عشر عشیر بھی گذشتہ دور کے مؤرخوں کو حاصل نہ تھا، اس تناظر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر بوقت رخصتی محض 9 برس بتانا قیاس نہیں تو پھر اور کیا ہے؟؟

تاریخ اسلام میں تو ہمیں بے شمار ہستیاں مل جاتی ہیں جن کی عمروں کا تعین صرف اور صرف قیاسی ہے مثال کے طور پر ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن کا نکاح ہوا تو ان کی عمر چالیس سال تھی، یہ عام روایت کی رُو سے ہے مگر بعض محققین ایسے بھی ہیں جنہوں نے وثوق کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کے وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر 28 یا 30 برس تھی، اس کی تفصیل آپ کو میری کتاب "ہماری ماں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا" میں مل جائے گی......

استدلال نمبر 11......اہل عرب میں بھی کبھی کم سن لڑکیوں سے شادی کا رواج نہیں رہا:

یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ آیا عربوں میں نابالغ لڑکی سے عقد کا رواج تھا یا نہیں؟؟

جب ہم تاریخ عرب پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں تاریخ عرب میں قبل از اسلام اور بعد از اسلام ایسی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ اس خطہ ارضی میں نابالغ لڑکی سے عقد کا رواج رہا ہو......

اہل عرب میں جہاں بہت سی اخلاقی برائیاں تھیں وہیں چار ہزار سالہ ملت ابراہیمی کے بعض اوصاف بھی اُن میں پائے جاتے تھے مثال کے طور پر مہمان نوازی، صلہ رحمی، ضعیفوں اور غریبوں کی امداد، حق پر اعانت، ایفائے عہد اور شجاعت ان کی نمایاں خصوصیات تھیں، بعض حوالوں سے وہ ایک متمدن قوم کے طور پر جانے جاتے تھے، بالخصوص شادی کے حوالے سے تو اُن کے ہاں باقاعدہ ضابطے متعین تھے، اُن کے ہاں شادی بیاہ کی پختہ رسوم رائج تھیں، طلاق کے قاعدے تھے، مہر کی پابندی تھی، نکاح کا عام اعلان کیا جاتا تھا، عورتیں سرمایۂ عزت سمجھی جاتی تھیں، برادری کی رائے کا پورا لحاظ کیا جاتا تھا، نکاح کے بعد ضیافت کا طریقہ تھا، تعددِ ازواج کا عام رواج تھا، اولاد نرینہ کو زندگی کا بہترین سرمایہ اور قوت کا ذریعہ خیال کیا جاتا تھا، یہ سب تو تھا ہی اس کے ساتھ دختر کشی، ظلم و جبر اور توہین نسواں پر مبنی رسومات بھی بعض سرکش قبائل میں رائج تھیں، ان سب اخلاقی خامیوں کے باوجود اُن میں نابالغہ سے عقد کا رواج نہیں تھا، باوجود تلاش اور تحقیق کے کوئی ایک مثال بھی مجھے ایسی نہ مل سکی جس سے میں اس نتیجے پر پہنچتا کہ عرب میں نابالغ لڑکی سے عقد کا رواج تھا، حالانکہ وہاں میت تک کی رسوم مقرر تھیں، مردے کو نہلانا، کفنانا اور دفنانا سب کچھ مروج اور مقرر تھا لیکن بچپن کی شادی کا رواج نہ تھا، تحقیق کے مطابق اہل عرب میں لڑکیوں کی شادی کی اوسط عمر 18 سے 25 سال کے درمیان تھی، لڑکے کی مالی حالت کو دیکھا جاتا تھا، بڑھاپے کے نکاح کو عیب نہیں سمجھا جاتا تھا، نکاح ثانی ایک عام بات تھی، اسلام نے ان کے معاشرتی ڈھانچے میں بہت کم تبدیلی کی ہے، جو اعمال روحِ اسلام کے منافی تھے ان کو ترک کر دیا اور جو اعمال روح اسلام سے متصادم نہیں تھے اُن کو جوں کا توں قبول کر لیا، مثلاً نکاح میں ایجاب و

قبول، اعلان نکاح، مہر، ولایت، کفالت، طلاق اور اس کے موٹے موٹے احکام، مصاہرت کے ضابطے، محرمات سے نکاح کی حرمت کے احکام وغیرہ، حتیٰ کہ اُن میں رائج مہینوں کے نام تک تبدیل نہیں کیے گئے صرف اُن سے منسلک خرافات کو نوچ کر پھینک دیا گیا......

عربوں کی تاریخ اسلام سے پہلے تاریک ہے، اُس دور کی کوئی مرتب تاریخ ہمارے پاس نہیں ہے یوں ہی نے سنائے قصے ہیں جو نقل در نقل ہوتے ہوتے کچھ سے کچھ ہو گئے ہیں، ہاں اشعار کا ذخیرہ ضرور ایک ایسی شے ہے جو اُن کے رسم و رواج پر روشنی ڈالتا ہے اور زبان کی وسعت ہے جو اُن کے رسم و رواج کو ظاہر کرتی ہے، اُن کی زبان وسیع اور مختلف النوع کیفیت کی مظہر ہے، ایک ایک کیفیت کے لیے کئی کئی لفظ ملتے ہیں اور یہ ہی کسی قوم کی زبان کی وسعت اور اُس کے کمالِ تمدن کی دلیل ہوتی ہے، عرب کے اشعار کا ذخیرہ اُن کے تمدن کا ایک ایسا ریکارڈ ہے جو اُن کی رسومات پر روشنی ڈالتا ہے مگر اُسے بھی کھنگال کر دیکھ لیا ایسی شاعری کہیں نہیں ملی جس میں کم سن لڑکیوں سے عقد کا سراغ ملتا ہو، اس پس منظر میں یہ کہنا کیونکر درست ہوسکتا ہے کہ اسلام جو کہ خود دنیا کو سدھارنے آیا تھا اُس میں ایسی رسم کی بنیاد ڈالی جاتی جو نابالغ لڑکیوں سے عقد کی راہیں کھولتی اور بہت سے مفسدات کو جنم دیتی !!!!

استدلال نمبر 12 ......اہل عرب میں مستقل کیلنڈر کی عدم موجودگی بھی تضادات کو ظاہر کرتی ہے:

اہل عرب شعر و ادب اور علم الانساب میں مہارت کے حامل تھے،، کسی عرب کے شجرۂ نسب کو دیکھیے تو بیسویں پشت کے حوالہ جات مل جاتے ہیں، مثلاً سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابو قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ...... یوں ساتویں یا آٹھویں پشت میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سلسلہ نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے اور بائیس ویں پشت میں عدنان تک جا

پہنچتا ہے (بحوالہ الاصابہ) اسی طرح سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شجرۂ نسب پانچویں پشت میں، سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آٹھویں پشت میں، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آٹھویں پشت میں، سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نویں پشت میں، سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پندرہویں پشت میں اور سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شجرۂ نسب اٹھارویں پشت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے (بحوالہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قاضی سلیمان منصور پوری)

علم انساب میں مہارت اپنی جگہ تاہم عمروں کے معاملے میں بہت سے تاریخی اختلافات ہیں، جن کی وجہ قمری کیلنڈر کی عدم دستیابی ہے، جزیرہ نما عرب میں نہ تو کوئی کیلنڈر رائج تھا اور نہ ہی پیدائش و اموات کا ریکارڈ دستیاب تھا، بلکہ عمروں کا اندازہ اہم واقعات سے منسلک تھا اور اُن کے تعین کے لیے عموماً یوں کہا جاتا تھا کہ واقعہ فیل سے اتنے سال پہلے یا بعد وغیرہ وغیرہ، جس طرح ہمارے ہاں اکثر 1857ء کی جنگ آزادی کے لیے کہا جاتا ہے سن ستاون کی جنگ آزادی، 1914ء کی عالمی جنگ کو پہلی جنگ عظیم اور 1939ء کی عالمی جنگ کو دوسری جنگ عظیم کے ناموں سے یاد رکھا جاتا ہے، ہمارے ہاں کے ایسے شواہد کی نسبت عرب میں اس کا زیادہ رواج تھا کیونکہ وہ زیادہ قدیم زمانہ تھا اور عمروں اور واقعات کے تعین کے لیے جنگوں، قدرتی آفات اور دیگر علامات کا سہارا لیا جاتا تھا......

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن پیدائش بھی ایک اہم واقعے سے منسلک ہے جیسے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت یکم عام الفیل میں ہوئی یعنی "وہ سال" جس میں ابرہہ ہاتھیوں کے ساتھ خانہ کعبہ پر حملہ آور ہوا، اگر یہ واقعہ پیش نہ آیا ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سن پیدائش کے تعین میں بھی مشکل پیش آتی، اسی طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سن ولادت کا تعین اس سال سے کیا جاتا ہے جب خانۂ کعبہ کی قبل از اعلانِ نبوت تعمیر ہو رہی تھی، اور اسی طرح کہا جاتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعمیر کعبہ سے پہلے پیدا ہو چکے تھے (بحوالہ قول عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کتاب الاصابہ) تاہم "کتنا پہلے" اس کا تعین نہیں کیا گیا، غالباً ولادتِ سیدنا علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت کوئی مزید اہم واقعہ رُونما پذیر نہیں ہوا ہوگا جس سے درست سال پیدائش کا تعین کیا جا سکتا البتہ ہم اتنا ضرور جانتے ہیں کہ خانہ کعبہ کی تعمیر پانچ سال قبل از اعلان نبوت ہوئی ......

مشاہیر اسلام کی حیات طیبہ کا مطالعہ بھی یہ ہی بتاتا ہے کہ کیلنڈر کی عدم دستیابی کے باعث اِن بزرگ ہستیوں کی عمروں کے تعین میں 12 سے 15 سال کا فرق ایک معمولی بات ہے اور بعض غیر معتبر روایات کی وجہ سے دوررس نتائج رکھنے والی غلطیاں تاریخ کا حصہ بن گئی ہیں اور بعض معاملات میں ابتدائی غلطیوں کا جواز فراہم کرنے کے لیے کمزور روایات کا سہارا لے کر غلطیوں کو مزید سنگین بنا دیا گیا ہے، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر کے تعین میں بھی یہ ہی غلطی کی گئی ہے اور مستند تاریخی حوالوں کو نظر انداز کر کے بعض انتہائی غیر مستند روایات کی بنیاد پر ان کی عمر شادی کے وقت 9 سال بیان کی گئی ہے اور آج یہ ہی غلطی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر گھناؤنے الزامات کا باعث بن رہی ہے جسے درست کرنا ایک دینی فریضہ ہے اور اسی جذبے کے تحت یہ دلائل بیان کیے جا رہے ہیں

استدلال نمبر 13 ...... جزیرہ نما عرب کی گرم آب وہوا کم سنی میں بلوغت کی دلیل نہیں بن سکتی:

بعض غیر مسلم مؤرخین نے صغر سنی کی اس شادی کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر (معاذ اللہ) بڑے ناپاک الزام عائد کیے ہیں جنہیں نقل کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں، اور اس سے بھی زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ مستشرقین کے ان (معاذ اللہ) بے ہودہ الزامات کو رد کرنے کے لیے کسی ٹھوس دلیل کا سہارا لینے کے بجائے ہمارے بعض تذکرہ نویسوں نے بڑی تگ ودو کے بعد ایک نکتہ پیدا کیا ہے اور وہ یہ کہ عرب کی آب وہوا گرم ہے چنانچہ وہاں لڑکیاں جلد جوان ہو جاتی ہیں، صرف یہ ہی نہیں بلکہ اپنی ذہنی الجھن دور کرنے کے لیے طبعی تشریحات کا سہارا لے کر اور بلوغت کی عجیب وغریب تاویلیں کر کے اُنہوں نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ علاقائی موسمی عوامل سے کم عمری میں بالغ ہو جانا ممکن ہے......

اپنے اس مؤقف کے حق میں جو مضحکہ خیز دلائل وہ پیش کرتے ہیں ان میں سے بعض (نقل کفر کفر نہ باشد کے طور پر) میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، پڑھیے اور اُن کی عقلوں پر افسوس کیجیے:

☆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں تو چھریرے بدن کی لیکن جیسے جیسے عمر زیادہ ہوتی گئی، توانا اور تنومند ہوتی گئیں، آٹھ نو برس ہی کی عمر میں وہ اچھی خاصی جوان ہو گئی تھیں، لوگ اُن کے جسم کا بڑھنا دیکھتے تو دنگ رہ جاتے (معاذ اللہ)

☆ عرب کا ریگستانی خطہ بہت گرم ہے، وہاں کی گرم خوراک اور مشقت طلب زندگی انسان کو جلد بالغ کر دیتی ہے......

☆ دراصل بلوغت کا دارومدار عمر پر نہیں علاقے پر ہوتا ہے، زیادہ گرم علاقوں میں گرم غذائیں کھانے سے بلوغت جلد واقع ہو جاتی ہے، آج کل بعض ممالک میں نو سال کی بچیوں سے ولادت کی خبریں اخبارات میں چھپ چکی ہیں، عرب کی گرمی مشہور ہے اور ان کی غذا بھی زیادہ تر کھجور ہی تھی، اس لیے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کم سنی ہی میں بالغہ ہونے میں کوئی شک نہیں......

☆ جس طرح ممتاز اشخاص کے دماغی اور ذہنی قویٰ میں ترقی کی غیر معمولی استعداد ہوتی ہے، اسی طرح قد و قامت میں بھی بالیدگی کی خاص قابلیت ہوتی ہے، اسی کو انگریزی میں "Precocious" کہتے ہیں، یہ وہ لفظ ہے جس کی شرح میں انگریزی لغات میں لکھا ہے:

"mentally too much developed person for his or her age"

(یعنی اپنی عمر سے زیادہ ذہنی بالیدگی کا حامل مرد یا عورت)

اسی لیے کم سنی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی زوجیت میں قبول کیا، یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ لڑکپن ہی سے اُن میں نشو و نما، ذکاوت، جودتِ ذہن اور نکتہ رسی کے آثار نمایاں تھے......

یہ ہیں "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کے مترادف وہ کمزور دلائل جن کی تائید نہ تو عرب کی تاریخ کرتی ہے اور نہ ہی کوئی مستند روایت ہی ان کی حمایت میں نظر آتی ہے، تاہم بعض سوالات ضرور جنم لیتے ہیں:

☆ کیا آب وہوا اور موسم کا اثر صرف عورتوں ہی پر پڑتا ہے مردوں پر نہیں؟؟؟

☆ آب وہوا تو سب پر یکساں اثر ڈالتی ہے، اگر آب وہوا کے اثر کی وجہ سے عرب کی لڑکیاں جلدی جوان ہوجاتی ہیں تو اسی نسبت سے وہاں کے لڑکوں کو بھی جلد جوان ہوجانا چاہیے، اگر عرب لڑکی نو سال کی عمر میں شادی کے قابل ہوجاتی ہے تو نو برس کی عمر میں لڑکوں کو بھی شادی کے قابل ہوجانا چاہیے؟؟

☆ کیا تاریخ سے کوئی ایسی مثال پیش کی جاسکتی ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ عرب میں کسی لڑکے یا لڑکی کی شادی نو یا دس برس کی عمر میں کرنے کا رواج رہا ہو؟؟

☆ آج کا عرب اُسی طول بلد و عرض بلد کے ساتھ مساوی حدت لیے ہوئے کرۂ ارض پر موجود ہے جیسا کہ چودہ صدیوں قبل تھا، کیا اب وہاں نو دس سال میں کوئی بچہ بالغ ہو رہا ہے؟؟

☆ کیا آج عرب کے محل وقوع میں کوئی تبدیلی واقع ہوگئی ہے یا ائیر کنڈیشننگ کی وجہ سے آب وہوا تبدیل ہوگئی ہے کہ آج وہاں 9 سال کی عمر میں لڑکیاں بلوغت کو نہیں پہنچ رہیں؟؟

☆ کیا عرب کی آب وہوا نے چودہ صدیوں پہلے ایک پاکیزہ ماحول میں نشوونما پانے والی صرف ایک بلند سیرت بچی پر ہی اثر کیا تھا اور اُس کے علاوہ وہاں کا کوئی باشندہ اس فطری عمل سے متاثر نہیں ہوسکا؟؟

☆ کیا اُس عہد کی کسی اور خاتون کا نام پیش کیا جاسکتا ہے جس کی شادی نو سال کی عمر میں ہوئی ہو؟؟

☆ پاکستان میں سبی اور جیکب آباد کا شمار دنیا کے گرم ترین علاقوں میں اور خیرپور کا شمار کثرت سے کھجور پیدا کرنے والے علاقوں میں ہوتا ہے، کیا وہاں لڑکیاں دوسرے علاقوں کی نسبت پہلے بلوغت کو

پہنچ رہی ہیں؟؟

☆ دنیا کی کسی تہذیب نے آج تک کم سن اور نابالغ لڑکیوں کے ساتھ مقاربت کی اجازت نہیں دی ہے کیا اسلام ایسی اجازت دے سکتا ہے اور وہ بھی خود پیغمبر اسلام کو؟؟

ظاہر ہے کہ اِن سب سوالات کا جواب نفی میں ہے، غیروں سے شکوہ بجا سہی، لیکن اعتراض کا جواز تو ہم نے خود ہی فراہم کیا ہے ہمیں غور کرنا چاہیے کہ

☆ کہیں شرفِ انسانیت کے سب سے بڑے علمبردار کے دامن پر ہماری کسی غفلت یا کوتاہی سے تو چھینٹے نہیں پڑے؟؟

☆ کیا یہ بہتر طرزِ عمل نہ ہوگا کہ اِن ناقابل قبول توجیہات کا سہارا لینے کے بجائے تاریخی شواہد اور فطری حقائق کو تسلیم کرلیا جائے؟؟

☆ جب بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے کی جائے تو یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ راوی کون ہے اور روایت کس کتاب میں مرقوم ہے، بلکہ اہم بات یہ ہے کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے، آیا وہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجموعی کردار سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں!!

اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی سے متعلق معلوم روایت کے علاوہ کوئی اور روایت موجود نہ ہوتی تو ہم کسی حد تک مجبور ہوجاتے کہ اس روایت کو قبول کرلیں لیکن جب ہمیں ایسی کچھ روایتیں مل گئیں ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی ہوئی تو ان کی عمر 9 سال نہیں کم از کم 19 سال تھی تو پھر ہم اُس روایت کو من وعن کیوں قبول کریں جس کی آڑ لے کر اسلام دشمن عناصر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن مبارک کو داغدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں (معاذ اللہ)

پہنچ رہی ہیں؟؟

☆ دنیا کی کسی تہذیب نے آج تک کم سن اور نابالغ لڑکیوں کے ساتھ مقاربت کی اجازت نہیں دی ہے کیا اسلام ایسی اجازت دے سکتا ہے اور وہ بھی خود پیغمبر اسلام کو؟؟

ظاہر ہے کہ اِن سب سوالات کا جواب نفی میں ہے، غیروں سے شکوہ بجا سہی، لیکن اعتراض کا جواز تو ہم نے خود ہی فراہم کیا ہے ہمیں غور کرنا چاہیے کہ

☆ کہیں شرفِ انسانیت کے سب سے بڑے علمبردار کے دامن پر ہماری کسی غفلت یا کوتاہی سے تو چھینٹے نہیں پڑے؟؟

☆ کیا یہ بہتر طرزِ عمل نہ ہوگا کہ اِن ناقابل قبول توجیہات کا سہارا لینے کے بجائے تاریخی شواہد اور فطری حقائق کو تسلیم کر لیا جائے؟؟

☆ جب بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے کی جائے تو یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ راوی کون ہے اور روایت کس کتاب میں مرقوم ہے، بلکہ اہم بات یہ ہے کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے، آیا وہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجموعی کردار سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں!!

اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی سے متعلق معلوم روایت کے علاوہ کوئی اور روایت موجود نہ ہوتی تو ہم کسی حد تک مجبور ہو جاتے کہ اس روایت کو قبول کر لیں لیکن جب ہمیں ایسی کچھ روایتیں مل گئیں ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی ہوئی تو ان کی عمر 9 سال نہیں کم از کم 19 سال تھی تو پھر ہم اُس روایت کو من وعن کیوں قبول کریں جس کی آڑ لے کر اسلام دشمن عناصر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن مبارک کو داغدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں (معاذ اللہ)

جو عمر کے لحاظ سے آپ کی صاحبزادیوں سیدہ فاطمہ و ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی کم ہوں؟؟

☆ آخر ان بیٹیوں کو اُس لڑکی کو ماں کہتے ہوئے کیسا محسوس ہوتا جو خود عمر میں اُن سے کم تھی؟؟

☆ کیا ایسا کر کے آپ اپنی گھریلو ذمے داریوں کو بانٹنا چاہتے تھے یا ایک کم سن زوجہ کو گھر میں لا کر اپنی ذمے داریوں میں مزید اضافہ کرنا چاہتے تھے؟؟

☆ کیا کم سن صاحبزادیوں کی موجودگی میں کم سن بیوی سے نکاح شان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطابقت رکھتا ہے؟؟

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی حدیث مبارکہ ہے کہ نکاح کے لیے عورت کا انتخاب چار اوصاف کی بنا پر کیا جا سکتا ہے، دولت کی بناء پر، حسن و جمال کی بناء پر، حسب و نسب کی بناء پر اور تقویٰ و دینداری کی بناء پر مگر میں حکم دیتا ہوں کہ تم عورت میں تقویٰ تلاش کرو یعنی صاحب ایمان عورتوں کو سب پر ترجیح دو......

جو نبی اپنے پیروکاروں کو یہ حکم صادر کرتے ہوں کہ بیوی کے انتخاب میں دینداری کو ہر وصف پر ترجیح دو، کیسے ممکن تھا کہ وہ خود کسی کم سن بچی کے حسن و جمال کے گرویدہ ہو جاتے جب کہ اپنی جوانی کے پچیس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ گزار دیے اور کبھی کسی دوسری شادی کا خیال بھی دل میں نہ لائے......

قرائن یہ ہی ثابت کرتے ہیں کہ اُس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اس قابل تھی کہ آپ بطور خاتون خانہ گھریلو ذمے داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں اور گھر میں موجود بنات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سروں پر دست شفقت رکھ سکیں اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم دیا کہ دونوں جگہ رشتے کی بات کرو، اگر ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کی عمر شادی کے قابل نہ ہوتی تو آپ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تجویز پر اعتراض کرتے اور کہتے کہ وہ تو کم سن ہیں تم صرف سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شادی کا پیغام دو اور پھر کیا حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی دور اندیش اور جہاندیدہ صحابیہ سے یہ امید بھی کی جا سکتی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غم زدہ دیکھ کر ایک ایسی لڑکی سے شادی کا مشورہ دیں جس کی عمر شادی کے قابل بھی نہ ہو، کیا معاذ اللہ وہ ایسی کسی تجویز پر عمل درآمد کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قائل کر رہی تھیں جو آپ کو درپیش ذمے داریوں میں مزید اضافہ کا باعث بن جاتی؟؟

ایں خیال است و محال است و جنوں

استدلال نمبر 15......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا عقد بالغ عمری میں فرمایا:

اسلام نے ایک مومن کے جو اوصاف بیان کیے ہیں اُن میں ایک وصف یہ بھی ہے کہ وہ جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے وہ ہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرتا ہے یعنی وہ ''خودراں فضیحت دیگراں نصیحت'' والا طرز عمل نہیں اپناتا، اُس کے قول و عمل میں تضاد نہیں ہوتا جو کچھ خود کرتا ہے اُسی کی تلقین دوسروں کو کرتا ہے، اس کی سب سے نمایاں مثال خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکت ہے، آپ نے پیہم 40 برس تک اپنے بلند کردار و اخلاق کی بدولت عرب میں وہ مقام حاصل کیا کہ کفار مکہ آپ کو صادق و امین کے القابات سے پکارنے لگے، اخلاق کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہونے کے بعد آپ نے اعلان نبوت فرمایا اور دوسروں کو اخلاق کا درس دیا، آپ کی ذاتِ اقدس سے متعلق یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ آپ جو کچھ اپنے لیے پسند نہ کریں دوسروں سے اِس کی توقع رکھیں، بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بعض اصحاب نے آپ کی لختِ جگر نورِ نظر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رشتے کے لیے پیغامات بھیجے تو آپ نے اُنہیں اس وجہ سے رد کر دیا کہ اُس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کی عمر کم تھی (سنن نسائی)

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اپنی تمام صاحبزادیوں کا عقد پختہ عمروں میں کیا......

جو نبی خود اپنی بیٹیوں کے عقد کم سنی میں نہ فرمائیں، اُن کے متعلق یہ گمان بھی کیا جاسکتا ہے کہ وہ خود اپنے لیے اپنے ہی عزیز ترین دوست سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اُس کی 6 سالہ بچی کا ہاتھ مانگیں گے؟؟

پورے عرب میں کوئی شخص اتنی کم عمر میں اپنی بیٹی کی شادی کے لیے کبھی تیار نہ ہوتا تھا، وہاں شادی کی اوسط عمر 15 سال سے پچیس سال تک تھی، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چاروں صاحبزادیوں کی شادیاں اُن کی پختہ عمری میں فرمائیں، بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ چونکہ ہجرت مدینہ سے قبل کے واقعات پورے طور پر تاریخ میں محفوظ نہیں اس لیے ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی صاحبزادیوں کی عمر کے سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتے جن کی شادی مکہ معظمہ میں ہوئی لیکن ہجرت مدینہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن دو صاحبزادیوں کی شادیاں فرمائیں اُن کی عمر کا صحیح پتہ چلتا ہے کہ اُن کی شادیاں کس عمر میں ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی صاحبزادیوں سیدہ زینب اور سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُن کی شادیاں اعلان نبوت سے قبل ابولہب کے بیٹوں سے ہو چکی تھیں جنہیں عداوت اسلام کی وجہ سے ابولہب نے طلاق دلوادی تھی، اس روایت سے اول تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ شادیاں کم عمری میں انجام پائیں، دوسرے یہ کہ بعض مؤرخین نے یہ صراحت کردی ہے کہ اُن کے صرف نکاح طے ہوئے تھے رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر نکاح سے متعلق کتابوں میں خاصی صریح روایات موجود ہیں جن سے یہ ہی پتہ چلتا ہے کہ وہ پختہ عمروں میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئیں......

☆ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ ام

کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی 18 سال کی عمر میں ہوئی (تہذیب التہذیب)

☆ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر نکاح کے وقت کم از کم 23 سال اور زیادہ سے زیادہ 28 سال تھی......

☆ سیدۃ النساء کے حوالے سے علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی 21 سال کی عمر میں اور ایک دیگر تقویم کے مطابق 26 برس کی عمر میں ہوئی (تہذیب التہذیب)

☆ علامہ ابن عبدالبر علیہ الرحمہ لکھتے کہ عبدآللہ کے بیان کے مطابق نکاح کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر 21 سال اور کلبی کے مطابق 26 سال تھی (کتاب الاستیعاب)

بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر نکاح سے متعلق اگرچہ متعدد تصریحات کتب میں منقول ہیں طوالت کے پیش نظر اُن تمام روایات کو یہاں نقل تو نہیں کیا جا سکتا تاہم یہ بات وثوق سے ضرور لکھی جا سکتی ہے کہ اِن تمام روایات کا حاصل نتیجہ یہ ہی نکلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِن مقدس صاحبزادیوں کی شادیاں اُن کی پختہ عمری میں انجام پائیں......

اس سیاق وسباق میں اِس معاملے کی سنجیدگی اور حساسیت کا اندازہ لگائیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کا رشتہ طے کرنے میں روا رکھی، یہ کس طرح ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹیوں کی شادیاں تو اُس وقت فرمائیں جب اُن کی عمر بیس سے متجاوز ہو جائے لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی شادی فرمائیں تو 9 سالہ لڑکی سے کریں......